

کیا ضعیف حدیث قابل عمل ہے اور کیا صحاح ستہ کی تمام احادیث قابل عمل ہیں اور کیا کچھ حدیثیں موضوع (من گھڑت) بھی ہیں؟

اجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

وہ ضعیف حدیث قابل عمل ہے جس کا ضعف تمام ضعیف ہو مثلاً کسی راوی کا حافظہ معمولی کم ہو یا کچھ اور باتیں جو اصول حدیث کی کتب میں مفصلاً بیان ہوئی ہیں دوسری شرط یہ ہے کہ وہ حدیث فضائل اعمال میں ہو یعنی جس عمل کی فضیلت کے متعلق کوئی اور صحیح حدیث وارد ہوئی ہو تو پھر اسی عمل کی فضیلت کے متعلق کوئی ضعیف حدیث کی حامل حدیث کو قبول کیا جائے گا۔

مثلاً نماز کی فضیلت اور اہمیت کتنی ہی صحیح احادیث سے ثابت ہے پھر جب اسی باب میں کوئی ایسی حدیث ہو جس میں ضعف ضعیف ہو اس میں نماز کی فضیلت وارد ہو تو اسے قبول کیا جائے گا مگر اس میں یہ خیال ملحوظ خاطر رہے کہ اس کی نسبت جزا اور یقینی طور پر رسول اکرم ﷺ کی طرف نہ کی جائے۔

باقی حدیث کی ایک قسم حسن لغیرہ سے کم درجہ رکھتی ہے۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

باقی اعمال اور احکام و عقائد کے متعلق محدثین و محققین و ائمہ فہم بہت کڑی شروط عائد کرتے ہیں، یعنی ضعیف احادیث سے احکام کا اثبات نہیں کرتے، باقی صحاح ستہ میں سوا صحیحین، بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب میں کچھ احادیث صحیح تو کچھ ضعیف اور کچھ تو سخت ضعیف ہیں مگر ان کا علم حدیث کے ماہرین کے علاوہ کسی کو نہیں ہوگا باقی کچھ لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ صحاح ستہ کی سب احادیث بالکل صحیح ہیں تو انہیں ان کے متعلق تلپنے قصور علم کا اعتراف کرنا چاہئے۔ حالانکہ ان کتب میں کچھ احادیث ایسی بھی پیش کی جاسکتی ہیں جن کے متعلق یہی بزرگ اقرار کرتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں لیکن پھر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ان کتب کی سب احادیث صحیح ہیں۔

((فالی اللہ المستغنی))

آج کل حدیث کا علم بہت کم رہ گیا ہے خصوصاً رجال کے فن اور اصول حدیث کا علم بہت ہی مشکل سے کہیں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے آمین!

اصل بات یہ ہے کہ ان مشہور اور مستند اول کتب کو صحاح اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی اکثر احادیث صحیح اور قابل عمل ہیں اور قاعدہ ہے کہ حکم اکثریت پر لاگو ہوتا ہے یعنی جس کی اکثریت ہوتی ہے۔ اس کا اعتبار کیا جاتا ہے قلت کو معدوم سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ التقلیل کا معدوم بینہ اسی طرح چونکہ ان کتب میں اکثر احادیث قوی ہیں اور امت مسلمہ ان پر عمل کرتی چلی آ رہی ہے۔

لہذا اکثریت کے اعتبار سے ان کتب کو صحاح کا لقب دیا گیا ہے انہیں صحاح ستہ کہا گیا ہے اور باقی جو بہت کم احادیث ضعیف اور ناقابل حجت ہیں انہیں نظر انداز کر کے ترک کر دیا گیا ہے، کیونکہ وہ قلیل ہیں اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان میں ضعیف احادیث سرے سے ہیں ہی نہیں اگر یہ بات کسی نے کہی ہے تو پھر ان کتب کے مصنفین مثلاً ابو داؤد، ترمذی، نسائی، وغیرہ ہم نے خود ان کتب میں موجود کچھ احادیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے تو پھر اس کا مطلب کیا ہے یہ تو اس مثال کی طرح ہو کہ مدعی سست گواہ حجت یعنی خود مصنفین تو ان کتب کی احادیث کی تضعیف کریں اور یہ ان کی وکالت کرنے والے یہ دعویٰ کریں کہ ان کتب میں کوئی بھی حدیث ضعیف نہیں ہے۔ وکیل سچا یا صلی؛ باقی ان کتب کے مصنفین کا اپنی کتب میں ضعیف احادیث لانے سے ان پر کوئی قصور نہیں تھا کیونکہ انہوں نے احادیث کی اسناد ذکر کر دی ہیں۔

لہذا وہ اپنے عمدہ سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ باقی کوئی یہ دریافت کر سکتا ہے کہ آخر ان ضعیف احادیث کے ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس طرز عمل کے کئی مقاصد ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔ مثلاً کسی مسئلہ کے متعلق صحیح احادیث بھی وارد ہوئی ہیں تو اسی مسئلہ کی مخالفت میں کچھ ضعیف حدیثیں بھی ہیں تو اس صورت میں محدثین کرام دونوں ذکر کر کے ضعیف کے متعلق وضاحت کر دیتے ہیں کہ ضعیف حدیث ہے تاکہ ان ضعیف احادیث کے سننے کے بعد کوئی یہ نہ کہے سکے کہ اس مسئلہ کے متعلق فلاں حدیث

(صحیح) وارد ہے اسی طرح اس کے مقابلہ میں یہ حدیث (ضعیف) بھی وارد ہوئی ہے۔

لہذا اس مسئلہ کے متعلق ہم جو راستہ بھی اختیار کریں درست ہے دونوں طریقے درست ہیں اور آپ کے اسم مبارک پر جلد حدیثیں مشہور ہو جاتی تھیں۔ خصوصاً اسلام کے اول دور میں اس لیے کہتے ہی واضعین حدیثیں گھر گھر کر بیان کرتے رہتے تھے۔ لیکن اب ان بزرگوں نے ان حدیثوں (ضعیف) کو مقابلہ میں ذکر کر کے ان کے حال سے واقف کر دیا ہے لہذا کسی کو یہ موقعہ نہیں مل سکتا کہ اس طرح کر سکے کیونکہ ہمارے پاس بھی دلیل موجود ہے۔ لہذا دونوں طریقے درست ہیں کیونکہ اب کہا جاسکتا ہے کہ بھائی آپ کی دلیل چونکہ کمزور ہے لہذا ہماری دلیل کے مد مقابل نہیں بن سکتی۔ اس کی ایک مثال یہ سمجھیں کہ فاتحہ خلف الامام پڑھنے کے متعلق بالکل صحیح بلکہ اصح احادیث وارد ہوئی ہیں مگر ساتھ ہی کچھ قرأت خلف الامام (مطلق قرآنہ نہ کہ قرآنہ الفاتحہ) سے مانع روایات بھی موجود ہیں۔

لہذا محدثین دونوں احادیث کو ذکر کر کے ان ضعیف احادیث کا حال بیان کرتے آتے ہیں تاکہ مقابل ان سے استدلال نہ کر سکے۔

(۲)۔۔۔۔۔ کسی مسئلہ کے متعلق صحیح حدیث بھی ہے مگر اس کے موافق کچھ ضعیف حدیثیں بھی ہیں جن کا ضعف خفیف ہے تو محدثین ان ضعیف احادیث کو بھی ذکر کر دیتے ہیں تاکہ صحیح کچھ طرق (خواہ ضعیف ہی سہی) کی وجہ سے زیادہ قوی بن جائے یعنی اصل دلیل کی بنیاد صحیح حدیث ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ اس کے موافق ضعیف حدیثیں بھی آگئیں تو ثابت شدہ دلیل کو مزید تقویت حاصل ہوگئی۔

(۳)۔۔۔۔۔ کسی مسئلہ کے متعلق یا کسی بات کے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہوتی مگر اس مسئلہ کے متعلق کسی صحابی کا قول یا فعل وارد ہو اسے تو محدثین کرام رحمہم اللہ کسی ضعیف حدیث کی حامل حدیث کو ذکر کرتے ہیں تاکہ اس قول یا فعل صحابی کو کچھ تقویت حاصل ہو یا اس طرح کہا جائے کہ اس طرف یہ پہلو کو ترجیح دی جاسکے۔

(۴)۔۔۔۔۔ کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہوتی مگر ایک ضعیف حدیث وارد ہوتی ہے لیکن وہ شدید ضعف کی حامل ہے۔ لہذا محدثین کرام ایسی حدیث کو بھی بسا اوقات ذکر کرتے ہیں لیکن اس لیے نہیں کہ اس کو دلیل بنایا جائے بلکہ اس لیے کہ اس کا حال معلوم کر کے عوام کو اس سے احتیاط کی تلقین کریں کیونکہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ جن سے ہر مسلم کو سب سے حد عقیدت مندی ہوتی ہے پھر جب وہ یہ سنتا ہے کہ فلاں مسئلہ کے متعلق یا فلاں معاملہ کے متعلق آپ کا ارشاد وارد ہے تو وہ اس کی اتباع کی کوشش کرتا ہے، اس لیے محدثین رحمہم اللہ کو وہ حدیث لا کر تصریح کرنی پڑتی ہے تاکہ عوام بھی ان ضعیف یا موضوع حدیثوں کو بیان کرنے نہ لگ جائیں۔ کیونکہ ایسی روایتوں کی نسبت بھی آپ کی طرف کرنا گناہ ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((من حدث عني حديثا ويروي انه كذب فمواد الكاذبين)) سنن ترمذی کتاب العلم باب ما جاء في من روي حديثا ويروي انه كذاب رقم الحدیث: ۲۶۶۲۔

”یعنی جو کوئی ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کے متعلق وہ جانتا ہے تو وہ دو چھوٹوں یعنی بنانے والا اور بیان کرنے والا میں سے ایک چھوٹا ہے۔“

آپ ﷺ کی ذات گرامی پر چھوٹا ہونا کبیرہ گناہ ہے۔ اگر ایسا شخص تو پر تائب نہیں ہوتا تو اس پر جہنم واجب ہے۔

ایسی ہی ضعیف اور موضوع حدیثوں میں کتنی ہی بدعات شنیعہ اور کئی شرکیہ اعمال مسلمانوں میں رائج ہو چکے ہیں، اس لیے محدثین جیسے خدا پرست انسانوں اور حق پرست علماء پر یہ تھا کہ وہ ایسی روایات سے امت مسلمہ کو آگاہ کریں تاکہ لاعلمی کی وجہ سے ہلاکت کے گڑھے میں نہ گریں۔

اس طرح کے کئی اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں اگر کوئی اہل دانش شخص غور کرے گا تو اسے تھوڑا سا غور کرنے سے ہی ان پر اطلاع حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر ہمارے اس کلام سے شاید کوئی شخص یہ خیال کرے کہ ایسی ضعیف احادیث کے متعلق محدثین کرام رحمہم اللہ ہر جگہ لا محالہ اور بالضرورت تصریح کرتے ہوں گے اور ان کے اسانید کے روات کے متعلق آگاہ فرماتے ہوں گے ہر جگہ یہ سمجھنا درست نہیں۔

کیونکہ کچھ جگہوں پر وہ دانستہ روات کے متعلق تصریح نہیں کرتے اس لیے کہ وہ مجروح راوی اتنا معروف و مشہور ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ حدیثوں کا حال اتنا واضح ہوتا ہے کہ بہت کم حدیث کے ساتھ مہارت رکھنے والے کو بھی معلوم ہوتا ہے وہ راوی کتنے پانی میں ہے۔ اور وہ کون سی آفت ہے۔

مثلاً جابر جعفی وغیرہ تو اس صورت پر بزرگ اس کی شہرت اور حدیث میں اس کے حال

کے عام ہونے کی وجہ سے صرف سند ذکر کر دیتے ہیں تاکہ اس سند کو دیکھنے والا فوراً معلوم کر کے ترک کر دے۔ لہذا اس صورت میں محدثین کی تصریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ افسوس! کہ آج کل ملتے بڑے مجروح راویوں کا علم رکھنے والے بھی کم ہوتے جا رہے ہیں۔

محدثین دوسرے انسانوں کو بھی اس فن و علم کی طرف متوجہ کرنے کے لیے بھی بسا اوقات کچھ احادیث کا ضعف بیان نہیں کرتے تاکہ طالب حدیث میں اس فن کا شوق و جذبہ پیدا ہو اور وہ خود اس فن میں مہارت حاصل کر لے تاکہ اس میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ خود بھی کسی روایت کی کما حقہ تحقیق کر سکے ورنہ دوسری صورت میں حدیث کے طالب محض مقلد بن جائیں گے۔

باقی اس میں اتنی استعداد نہیں ہوگی کہ کسی حدیث کی تحقیق کر سکے۔ لہذا محدثین اس غرض سے بھی کہ طالب حدیث خود اتنی استعداد پیدا کرے کہ کسی حدیث کی تحقیق کر سکے روات کے حالات بیان نہیں کرتے۔

امام محدثین امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں جو ابواب اور احادیث کے تراجم میں جو قابلیت دکھلائی ہے وہ کسی دوسرے محدث میں بمشکل نظر آتی ہے۔ باب باندھ کر اس کا ترجمہ لکھتے ہیں پھر اس کے تحت حدیث ذکر کرتے ہیں اور پھر کتنی ہی باران احادیث کو تراجم ابواب پر منطبق کرنے کے لیے شارح حیران رہ جاتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ طرز عمل اس لیے اپناتے ہیں کہ طالب علم بھی اپنے ذہن کو تیز کرے اور وہ احادیث سے مسائل کے استنباط پر قدرت حاصل کرے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف مجتہد ہے بلکہ مجتہد گری بھی ہے یعنی غیر مجتہد کو مجتہد بنانے والا ہے۔ رحمۃ رحمتہ واسعہ

بہر حال محدثین کرام رحمہم اللہ کا ضعف احادیث کو اپنی کتب میں ذکر کرنے کے کئی مقاصد ہیں لہذا انہیں ان احادیث کو لانے کی وجہ سے مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث جامعہ مدنی والنہی والاعمال بالصواب

فتاویٰ راشدہ

صفحہ نمبر 109

محدث فتویٰ

